فلاح معاشرہ میں عائلی زندگی کا کردار

(اسوہ حسنہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر عقیل احمد*

سدرہ رسول**

ABSTRACT

Islam gives complete guidance in every walk of life and has described clear rules in this regard. Family life is a core institution of society and playes a vital role in the welfare and prosperity of society. Prophet Muhammad (SAW) presented His comprehensive and beautiful character regarding family life.

In this paper an attempt has been made to discuss the co-relation between family life and society and how does family life plays its role in the development of socity.

Keywords: مستحکم، معاشرہ، تشکیل، حقوق، فرائض، خاندان، متعین

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد ایک معتدل، انسان دوست اور مستحکم معاشرہ کی بنیاد رکھی۔ معاشرہ کی ترقی وخوش حالی کا انحصار افراد کے رویوں پر ہے۔ افراد کے رویے حکومت سازی، اداروں کے استحکام بقائے باہمی اور دیگر معاملات کی سمت، ضابطے اور منزل کا تعین کرتے ہیں۔ افراد کے فکری اور اخلاقی رویوں کی تشکیل کا بنیادی محرک عائلی زندگی ہے۔ عائلی زندگی کو اسلام میں بنیادی تربیتی ادارہ کی حیثیت حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عائلی زندگی کے جو مقاصد اور حقوق وفرائض متعین فرمائے ان کی اساس اور جامع اثر فلاح معاشرہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

عائلی زندگی نکاح کے بعد شروع ہوتی ہے۔ ذیل میں پہلے لفظ عائلی کی وضاحت کی جا رہی ہے تاکہ دیگر مباحث

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، LCWU (جھنگ کیمپس) پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

امام جوہری لفظ 'عیال' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عيال الرجل من يعوله [1]

"یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کفالت کرنا اس (شوہر/والد) کی ذمہ داری ہوتی ہے۔"

اسی طرح امام ہروی رحمۃ اللہ علیہ 'عیال' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان کے عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی ضروریات کو پورا کرنا اس پر لازم ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ وابدأ بمن تعول" خرچ کرنے میں ابتدا ان سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔"[2]

انسان کی عائلی زندگی سے مراد اس کی خاندانی زندگی (Family life) ہے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ مرد اور عورت نکاح کے بعد میاں بیوی بن جاتے ہیں، یہ عائلی زندگی کی شروعات ہیں۔ پھر ان کی اولاد عائلی زندگی کی تکمیلی صورت ہے۔ اس طرح نکاح کے بعد ایک ادارہ معرض وجود میں آتا ہے۔ اس ادارہ میں ذمہ داریوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو مرد اس کا سربراہ ہے جس کے لیے قرآن کریم نے "قوامون" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

عائلی زندگی کے مقاصد کے حوالے سے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾[3]

"اور اس (اللہ تعالیٰ) کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔"

میاں بیوی کے رشتہ کو اللہ کریم نے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا ہے اور پھر اس کے بنیادی مقاصد بیان

1۔ الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملایین، بیروت، 1987، 5/178، 177

2۔ الہروی، ابو منصور، محمد بن احمد، تہذیب اللغات، دار احیاء التراث، بیروت 2001ء، 3/135

3۔ الروم 30: 21

فرمائے کہ اس سے تمہیں راحت کا حصول ہو گا اور پھر حصول راحت و سکون کے لیے محبت کی ضرورت ہے وہ بھی اللہ کریم نے دونوں کے قلوب میں رکھ دی۔ محبت قلبی معاملہ ہے، اس کا اظہار تراحم کی صورت میں ہونا چاہیے اسی کے لیے اللہ نے رحم کے جذبات رکھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت کی بنیاد پر جو رشتہ ہو گا اس کے اثرات میں ہمدردی، شفقت اور رحم دلی ضرور شامل ہوں گے تو یہاں محبت کے علاوہ رحم کا علیحدہ ذکر کیوں کیا گیا؟

اس حوالے سے مشاہدہ کی بات ہے کہ زوجین میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے قلبی میلان یعنی مودت و محبت باقی نہیں رہتی لیکن رشتہ باقی رہتا ہے تو اس صورت میں یہ تصور دیا جا رہا ہے کہ محبت نہ بھی ہو لیکن رحم کا تعلق باقی رہتا ہے تا کہ ظلم و زیادتی سے بچا جا سکے۔ محبت زندگی کو خوش گوار بنائے گی، رحمت ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھے گی اور جب دونوں یعنی محبت و رحمت ہوں گے تو جانبین کو ایک دوسرے سے راحت و سکون حاصل ہو گا جس کا براہ راست اثر اولاد پر ہو گا۔

مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اس کریم نے انسان کے شکستہ حوصلوں کو بلند رکھنے کے لیے اس کے ڈگمگاتے قدموں کو ثبات بخشنے کے لیے آلام و مصائب کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے اسی کی جنس سے بیوی کی صورت میں اسے ایک رفیق سفر بھی عطا کر دیا۔ جنسی یگانگت کے علاوہ دونوں کے دلوں کو محبت اور رحمت کے پاکیزہ اور پختہ تعلقات سے جوڑ دیا ہے۔ یہ سنگت صرف ان دنوں تک محدود نہیں جب صحت و شباب کا آفتاب چمک رہا ہو۔ جب حالات ساز گار ہوں اور بخت بیدار ہو۔ بلکہ محبت و پیار اور شفقت و ہمدردی کا یہ رشتہ کسی صورت میں بھی نہیں ٹوٹتا۔ غموں کے اندھیرے جیسے جیسے گہرے ہوتے جاتے ہیں محبت کی یہ شمع زیادہ دور افشانی کرنے لگتی ہے جب حالات ناساز گار ہوں اس کی رفاقت میں مزید پختگی آجاتی ہے نیز ان کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ دونوں کی حسرتوں، آرزوؤں، امنگوں اور خوشیوں کی تکمیل کا راز ایک دوسرے سے وابستہ رہنے میں ہے۔ خود سوچیے اگر محبت کا چراغ زندگی کی اس کھٹن راہ کو روشن نہ کرتا اور رحمت کا جزبہ ایک دوسرے کی دستگیری نہ کرتا تو اس سفر حیات کا انجام کتنا حسرت ناک ہوتا۔ تو ہزار جان قربان ہو اس خالق کریم پر جس نے مرد کی جنس سے عورت کو پیدا کیا اور پھر

انہیں محبت ورحمت کے رشتوں میں یوں پرو دیا کہ علیحدگی کا تصور تک پریشان کر دیتا ہے۔"[1]

عائلی زندگی میں بے سکونی اور ناچاقی کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ جن بنیادوں 'مودت ورحمت' پر یہ رشتہ قائم ہوا ہے ان کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس کے ثمرات سے زوجین مستفید ہو رہے ہیں۔اس لیے قرآن کریم نے اس حوالے ایک دعا سکھائی ہے کہ:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ﴾[2]

"اے ہمارے رب! ہم کو ہماری ازواج اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔"

اس دعا سے عائلی زندگی کو خوش گوار رکھنے کی طرف اشارہ ہے کہ اسے کماحقہ اس کے لیے درکار اخلاقی رویوں پر قائم رہنا چاہیے تاکہ اس کی وجہ سے سکون وراحت حاصل رہے۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"(اللہ کے بندے اللہ کی بارگاہ میں) عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور ایسی اولاد عطا فرما جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل مسرور ہوں "قرة" کا لفظ قرء بمعنی ٹھنڈک سے یا قرار بمعنی سکون سے ماخوذ ہے۔ عرب چونکہ خنکی اور ٹھنڈک کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور گرمی کا تصور بھی ان کے لیے اذیت ناک ہے اس لیے یہاں دعا مانگی کہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جن کے اخلاق واطوار اتنے پسندیدہ ہوں کہ انہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ نیز اگر کسی کی رفیقہ حیات شکل وصورت میں بھی اچھی ہو، عفت وپاکدامنی کے جوہر سے بھی آراستہ ہو، فرمانبردار اور خدمت گزار بھی ہو تو اس کی ان خوبیوں کے باعث نگاہ اسی پر جم کر رہ جاتی ہے اور ادھر ادھر دیکھنا اسے گوارہ ہی نہیں ہوتا۔ نیز اولاد اگر صحت مند، ذہین وفطین، پاک سیرت اور نیک بخت ہوگی تو بھی والدین کی آنکھوں کو ایسا قرار نصیب ہوگا کہ وہ دوسروں کی طرف حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے۔ اس لیے قرة کے دونوں ماخذ معنی کے لحاظ سے درست ہیں۔۔۔۔۔۔ ان کی اس دعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ زندگی کے

[1] ۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1985ء، ج:3 ص:586

[2] ۔ الفرقان74:26

جھمیلوں سے دور بھاگنے والے نہیں ان کے دامن کی پاکی اور اخلاق کی بلندی کی یہ وجہ نہیں کہ وہ تارک الدنیا کی طرح راہبانہ زندگی بسر کر رہے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے شادی بھی کرتے ہیں ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، گھریلو زندگی کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی انہوں نے اٹھایا ہوا ہوتا ہے۔ زندگی کی شورشوں میں سے گزرنے کے باوجود ان کی سیرت آئینہ کی طرح چمک رہی ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام نے تقویٰ اور پارسائی کا جو بلند معیار مقرر کیا ہے وہاں تک پہنچنے کے لیے گھریلو مسرتوں سے دستبردار ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ گھر جس میں سلیقہ شعار بیوی اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کا نور بکھیر رہی ہو جہاں خوبصورت اور نیک سیرت بچے پھولوں کی طرح دل لبھا رہے ہوں اسی گھر کی فضا اس قابل ہے کہ وہاں کے بسنے والے تقوی کی رفعتوں تک پہنچنے کے لیے کمر ہمت باندھیں۔"[1]

نبی اکرم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

«الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[2]

"پوری دنیا متاع (سامان زیست) ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔"

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ نکاح کا مقصد صرف جنسی خواہشات کی تکمیل ہی نہیں کیونکہ لفظ 'صالحہ' میں یہ امر پنہاں ہے کہ عورت کی صالحیت خاندانی ادارہ میں نسل نو کی تربیت میں فعال کردار ادا کرے گی۔

اس طرح مردوں یعنی شوہروں کے حوالے سے نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي[3]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی) کے ساتھ بہتر ہو اور میرا رویہ اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر ہے۔"

بیوی کے لفظ 'صالحہ' اور شوہر کے لیے لفظ 'خیر' کا استعمال یہ واضح کرتا ہے کہ جو زندگی صالحیت اور خیر پر مبنی ہو گی وہی زندگی اعلیٰ مقاصد کے حصول و تکمیل اور خیر کے فروغ کا باعث ثابت ہو گی۔ صالحیت اور خیر کا جب

---

[1] ۔ضیاء القرآن، ج:3 ص: 378

[2] ۔ صحیح مسلم، 1467

[3] ۔ صحیح مسلم، 3895

لباس ہو گا تو پھر 'عاشروھن بالمعروف' ہی کا رنگ نظر آئے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ" [1]

"نکاح میں چار چیزوں کو دیکھا جاتا ہے۔مال، نسب، حسن اور دین۔ ہو سکے تو دین ہی کو ترجیح دو۔"

کیونکہ ظاہری حالت حسن وجمال اور مالی حالت عموماً ایک جیسی نہیں رہتی تو جو شے فی نفسہ دائمی نہیں تو اس کی بنیاد پر رشتہ کرنا دانش مندی نہیں۔ دین کی بنیاد فی نفسہ استحکام، استقامت اور دوام رکھتی ہے اس لیے اس بنیاد پر عائلی زندگی کی بنیاد رکھنا ہی حصول خیر کا موجب ہے۔

دین داری کے حوالے سے رسول اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

''إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ''[2]

"جب کوئی تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو۔"

اس حدیث میں بالکل واضح کر دیا کہ صرف دین داری کا دعوی ہی نہ ہو بلکہ کردار بھی دین کے مطابق ہو تو پھر تاخیر مناسب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ عائلی زندگی میں صالحیت، خیر، دین داری اور اچھے اخلاق ہوں گے تو پھر ہی اس کے مقاصد حقیقی کا حصول ممکن ہو سکے گا اور اس سے نہ صرف عائلی زندگی میں خوش گوار اثرات ظاہر ہوں گے بلکہ اس کے اثراتِ خیر سے معاشرہ بھی مستفید ہو گا۔ معاشرہ کی خوش حالی، استحکام اور ہر طرح کی خوش گواری کے لیے عائلی زندگی بنیاد فراہم کرتی ہے

فلاح معاشرہ میں خاندانی ادارہ کا کردار

حضور اکرم ﷺ نے انفرادی اور اجتماعی صورتوں میں جو احکام دیے ہیں ان کی غایت یہی ہے کہ نظام ربی کا

---

[1]۔ صحیح بخاری،5090

[2]۔سنن الترمذی،1084

کلی طور پر نفاذ ہو۔ معاشرہ کا صحیح سمت پر گامزن ہونا افراد کی ذہن سازی پر منحصر ہے۔ کسی بھی معاشرے کا عمومی مزاج وہاں کے رہنے والی اکثریت کے افکار کا عکاس ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عائلی زندگی کو اس کے مقاصد کے پیش نظر اس طرح تشکیل دیا ہے کہ اس سے نسل نو کی فکری، اخلاقی اور سماجی تربیت سہل طریقے سے ممکن ہو سکے تاکہ آگے یہی نسل ریاست کے خدوخال اسلامی اقدار کے مطابق کرنے میں معاون ثابت ہو۔ یہاں ان چند بنیادی نکات کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے مطابق گھر میں بچوں کی تربیت کرنا ضروری ہے اور یہ بنیادی نکات اسلامی ریاست کی خوشحالی اور فلاح کے بنیادی نکات ہیں۔

1۔ تعلیم وتربیت

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ والدین اپنی اولاد کو جو کچھ دیتے ہیں ان میں سب سے بہتر عطیہ تعلیم و تربیت ہے۔

اب تعلیم وتربیت میں سب سے پہلے کس بات کا حکم دیا جائے اور کس انداز سے تربیت کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مُروا الصَّبيَّ بالصَّلاةِ إذا بلغَ سبعَ سنينَ وإذا بلغَ عشرَ سنينَ فاضرِبوه علَيها"[1]

"بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو ان پر سختی کرو۔"

سات برس کی عمر میں بچے کے شعور اور حواس میں ادراکات کا ملکہ پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے، کچھ غور کرتا ہے، اچھے برے رویوں کو محسوس کرتا ہے۔ یعنی اس کا سن تمیز شروع ہوتا ہے تو پہلا حکم جو اس کو دیا جائے وہ نماز کا ہے۔ اس ان کو نماز سکھائی جائے، اس کو صرف نماز ہی سکھا دی جائے، آگے نماز بذات خود فرد کی تربیت کر دے گی۔ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ پہلا حکم نماز کا ہی کیوں دیا جارہا ہے؟ اس لیے کہ اب بچہ بڑا ہو رہا ہے اس نے سکول جانا ہے، اس کا دوسرے لوگوں سے بڑوں سے ملنا ملانا ہو گا تو نماز کی صورت میں اس کی شخصیت میں احساس بندگی، ادب واحترام، اطاعت، ضبط نفس، پابندی وقت اور پاکیزگی جیسی صفات پیدا ہوں گی جو تعمیر

[1] صحيح ابو داؤد، 495

شخصیت کی بنیاد ہیں۔

سات سے دس برس کی عمر کا زمانہ تربیت کا ہے اس میں سختی نہ کی جائے، دس برس کی عمر میں سختی کی جائے۔ پورے تین برس اس کو نماز ہی کی مشق کرانی ہے، اس کے مزاج میں نماز رچ بس جائے، اس کی ذات کا حصہ بن جائے کیونکہ جب تک ایسا نہیں ہوگا زندگی میں اقامت صلوۃ کے رنگ نظر نہیں آئیں گے۔ پورے تین سال صرف ایک حکم کی تعمیل اور اس حوالے سے تربیت کرنے کا حکم قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾[1]

" اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دو اور اس پر ثابت قدم رہو۔"

سات سے دس سال تک ترغیب کا حکم ہے۔ دس سال کے بعد مارنے کی اجازت ہے، حکم نہیں اور مقصد بچے کو سختی سے اس حکم پر قائم رکھنا ہے۔ اس سختی کا مقصد فی نفسہ بچے کی ذات کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ نماز کی وجہ سے جن حسنات وصفات کا ظہور معاشرہ میں ہوتا ہے یہ ایک طرح سے اس کے انقطاع کی ممانعت ہے۔ اس سلسلہ کے رک جانے پر سختی کی جارہی ہے کیونکہ معاشرہ کا استحکام، فلاح اور بقا فرد کی شخصیت و کردار ہی پر منحصر ہے۔ جس طرح بچے کو پہلا حکم نماز کا دینا لازمی قرار دیا گیا ہے اسی طرح اہل اقتدار کو حکم ہے کہ جب وہ اقتدار کی مسند پر بیٹھیں تو پہلا کام یہی کریں:

﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾[2]

"وہ لوگ جن کو ہم زمین پر اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ نظام صلوۃ قائم کرتے ہیں۔"

اب جب اہل اقتدار نظام صلوۃ کی صدا بلند کریں گے تو ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ ہر مسلمان کی صلوۃ کی تعلیم و تربیت تین برس یا کم و بیش ہوتی رہی ہے۔ اب نظام صلوۃ کو اجتماعی طور پر نافذ کیا جارہا ہے تو انفرادی طور پر جو پہلے ماحول بنا ہوا ہے وہ سب کے یکجا ہونے سے اجتماعیت کی صورت اختیار کرلے گا اور اس کے بعد معاشرہ جن خیر و برکات سے مستفید ہوگا وہ نہ صرف اس معاشرہ بلکہ انسانیت کے لیے مشعل راہ ہوں گی۔

---

[1]۔ الحج، 41

[2]۔ طٰہ، 132

2۔ صلح وصفائی

عائلی زندگی اور معاشرہ کا دوسرا ارتباطی نکتہ فتنہ وفساد کا خاتمہ ہے۔عائلی زندگی میں صلح کے لیے قرآن حکیم کا حکم ہے کہ ﴿وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ﴾[1] "اور صلح ہی بہتر ہے۔" انسانی زندگی کا جھگڑوں اور نزاع سے خالی ہونا ممکن نہیں مزاج، انداز اور رویوں کی وجہ سے اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔اس طرح کی ہر صورت کا حل صلح ہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کے معاملات میں دو بنیادی اصول دیے ہیں۔ایک تو یہ کہ لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد بننے والے تمام محرکات کا خاتمہ کیا جائے۔دوسرا نزاعی معاملات کو جلد از جلد ختم کیا جائے تاکہ اس کے اثرات بد سے دوسرے محفوظ رہیں۔

عائلی زندگی میں مزاجوں کا صلح کی طرف مائل ہونے یا صلح جُو ہونے کا براہ راست اثر معاشرے پر پڑتا ہے۔بڑوں کی ناچاقی اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے عموماً اولاد کی تربیت صحیح سمت پر نہیں ہوتی۔ایسی صورت میں عائلی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں مشکل پیش آتی ہے۔اس لیے ہر معاملہ میں والصلح خیر کا اصول اعلیٰ مقاصد کے حصول کی کلید ہے۔اسی طرح سماج میں جب افراد، گروہوں، خاندانوں یا قبائل میں لڑائی ہو گی تو ریاست کمزور ہو گی۔ان قبائلی و سماجی جھگڑوں کے خاتمہ کے لیے قرآن نے حکم دیا ہے "فاصلحوا" پس صلح کراؤ۔ قرآن کریم کی سورۃ الحجرات ہی میں یہ حکم تین بار دیا گیا ہے۔

معاشرہ کا امن وامان یعنی صلح کے ساتھ رہنے کا اثر خوش حالی وترقی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور معاشرہ میں افراد کے مابین صلح وصفائی میں خاندانی ادارہ معاون ہوتا ہے۔

3۔ عدل وانصاف

تیسرا نکتہ خاندانی زندگی اور معاشرہ کے درمیان عدل ہے۔بیوی بچوں کے مابین عدل کرنا نہ صرف حکم ہے بلکہ ایک سماجی ضرورت بھی ہے۔ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل قائم رکھنے کے لیے فرمایا:

﴿فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾[2]

---

[1]۔النساء، 128

[2]۔النساء، 3

"پس اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی (بیوی) کافی ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں:

"اگر ہم ذرا حقیقت پسندی سے کام لیں تو ہمیں یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہم نے اس رخصت کا اکثر ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ہمارے ہاں گنتی کے چند افراد کے سوا جو لوگ بھی دوسری شادی کرتے ہیں ہوس دانی اور لذت طلبی کے بغیر ان کے پیش نظر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ نیز نئی نویلی دلہن کے حضور میں یوں متاع ہوش لٹادی جاتی ہے کہ پہلی بیوی کے جملہ حقوق فراموش کر دیے جاتے ہیں شریفانہ برتاؤ تک نہیں کیا جاتا اس کے شکم سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بھی ہوش باختہ باپ کی شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہم بھی تو ذرا انصاف کریں کیا خدائے بزرگ و برتر کا، اس کے رسول معظم ﷺ کا ہمیں یہی حکم ہے دین اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے وہاں تو یہ تصریح ہے کہ اگر تم دونوں بیویوں میں عدل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو صرف ایک بیوی کی اجازت ہے۔ کاش مسلمان اپنی بد عملیوں سے اپنے پاکیزہ دین کو داغدار نہ کریں اور اپنے حسن عمل سے اسلام کی تعلیمات کی صداقت کو نمایاں کرنے کی بجائے اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کے باعث طالبان حق اور متلاشیان ہدایت کو اس دین حق سے متنفر کرنے کا سبب نہ بنیں۔[1]

ایک سے زائد بیویاں ہوں اور پھر عدل نہ کیا جائے تو اس کا کیا انجام ہو گا؟ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھکا رہے تو قیامت میں ایسے اٹھے گا کہ اس کا ایک حصہ مفلوج (فالج زدہ) ہو گا۔"[2]

اسی طرح اولاد کے مابین عدل نہ کرنا، ایک کو دینا اور دوسرے کو محروم رکھنا اسی کو حضور اکرم ﷺ نے ظلم کا معاملہ قرار دیا ہے۔[3]

---

[1] ۔ضیاء القرآن، ج1، ص:318

[2]۔ ابی داؤد، سلمان بن اشعث ، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح ، رقم الحدیث 2133، مکتبہ دارالسلام ، الریاض ، 2009ء

[3]۔صحیح البخاری، کتاب الشہادات، رقم الحدیث: 2650

بیویوں کے مابین عدل نہ کرنے سے عدم توجہی، حق تلفی، مساوات کا فقدان، ضروریات و خواہشات کی عدم دستیابی جیسے منفی رویے پروان چڑھتے ہیں جو معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ اگر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ کچھ زائد وقت گزارنا چاہتے تو دوسری ازواج سے اجازت لیتے تھے تاکہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ ایسے ہی آپ ﷺ ان کے حقوق و ضروریات کا بھی مساوی طور پر خیال رکھتے تھے۔ سفر کے دوران ساتھ رکھنے کے لیے ازواج کے مابین قرعہ اندازی بھی اس کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح اگر بچوں کے مابین عدل نہیں ہو گا تو ان میں احساس کمتری، اعتماد کا فقدان، منفی سوچ اور طبیعت میں حسد و عناد جیسی روش غالب ہو گی۔

عصری معاشروں میں بچوں کے ساتھ اس طرح معاملہ سے ان کا گھروں سے بھاگنا، منشیات کا عادی ہونا، جرائم میں ملوث ہونا وغیرہ جیسے خطرناک معاملات سامنے آتے ہیں۔ اس طرح کی تکلیف دہ صورت حال سے بچنے کے لیے پہلے ہی عدل کا حکم دیا گیا ہے تاکہ جب عائلی زندگی میں عدل کا نفاذ ہو گا تو اس سے نہ صرف حصول مقاصد میں آسانی ہو گی بلکہ معاشرہ بھی عدل کی طرف گامزن ہو گا۔

ریاست میں عدل اجتماعی کے نفاذ کے لیے حکم دیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾[1]

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے حق کے ساتھ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔“

حق کا ساتھ دینے کے لیے اور نظام عدل کے نفاذ کے لیے کھڑے ہونا اہل ایمان کی اجتماعی زندگی کا طریقہ ہے۔ اہل ایمان سے مراد باشعور اور بالغ افراد ہیں۔ اب جب سماج میں عدل اجتماعی کے قیام کا موقع آئے گا تو عدل کی اہمیت، ضرورت، نتائج و فوائد سے وہ بندہ جس کی گھر میں عادلانہ طریقے سے تربیت ہوئی ہو گی وہ جہات عدل سے بخوبی آشنا ہو گا۔ گھر میں عدل جیسی نعمت سے وہ بہرہ یاب ہوا ہو گا اب وہ ضرور کوشش کرے گا کہ اجتماعی طور پر عدل کا نفاذ ہو تاکہ پورا معاشرہ اس کے اثرات خیر سے کماحقہ مستفید ہو۔

---

[1]۔ المائدہ، 8

4۔ اطاعت و فرمانبرداری

اطاعت و فرمانبرداری عائلی زندگی اور سماجی زندگی کے مابین خوش حالی کا ایک اور نکتہ ہے۔ عائلی زندگی کے حوالے سے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ﴾[1]

"پس نیک بیویاں اطاعت گزار ہوتی ہیں۔"

عورت کی شوہر کے ساتھ وفاشعاری کو قرآن نے صالحیت قرار دیا ہے۔ ہر عمل خیر اور جائز امور میں شوہر کی بات ماننا اس کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح بیوی کی صالحیت کی وجہ سے اس سے معاملات زندگی میں مشاورت کرنا مرد کے لیے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ کچھ معاملات میں حضور اکرم ﷺ کا ازواج مطہرات کے مشوروں پر عمل کرنا واضح ہے۔ اس طرز عمل سے ہم آہنگی کو بھی تقویت ملتی ہے اور مسائل حیات سے نبرد آزما ہونے میں بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

سماجی خوش حالی اور امور ریاست کو بخوبی چلانے کے لیے ضروری ہے کہ عوام حکام کے مطیع بن جائیں۔ قانون کی بالادستی، ریاست کی بقاو فلاح اور سماج کی ترقی کے لیے خیر و فلاح پر مبنی احکام پر عمل کرنا عوام کے لیے ضروری ہوتا ہے اور اس طرح کے احکام اللہ اور اس کے رسول کے تتبع ہی میں ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّـهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾[2]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اہل امر (حکام) جو تم میں سے ہو (ان کی بھی اطاعت کرو)۔"

گھر میں اطاعت و انقیاد کی فکر ہی اطاعت امیر کی سوچ کو راسخ کرتی ہے اور معاشرہ ترقی کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

5۔ حرمت جان

پانچواں نکتہ جو خاندانی ادارہ اور ریاست کی اساس ہے وہ انسانی جان کی حفاظت ہے۔ قرآن حکیم نے انسانی

---

[1]۔ النساء، 34

[2]۔ ایضاً، 59

جان کی حرمت کے پیش نظر قتل اولاد کی نہ صرف ممانعت کی ہے بلکہ اسے گناہ کبیرہ بھی قرار دیا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾[1]

" اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

افلاس کا خوف انسانی وساوس اور اندیشوں میں سے ہے ﴿نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ﴾ فرما کر اس فکر کا بطلان کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ رزق کی کمی کا خوف مت کرو۔ رزاق ہم ہیں اور جس کے خالق ہم ہیں اس کو رزق بھی ہم ہی پہنچائیں گے۔

اسی طرح معاشرہ میں ناحق قتل کے بارے میں فرمایا:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾[2]

"جس نے کسی کو (ناحق) قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے گھر میں قتل اولاد کی ممانعت کر کے حفاظت جان کی اہمیت کو واضح کیا۔ معاشرہ میں قتل انسان کو پوری انسانیت کا قتل کہہ کر اور قتل کا قصاص لینے کو زندگی فرما کر معاشرے میں دہشت و تخریب اور قتل وغارت کا سدباب کیا تاکہ معاشرے میں خوف کے سائے انسانی صلاحیتوں کو مفلوج نہ کر دیں۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا پانچ نکات یا ارکان خمسہ 1۔ تعلیم وتربیت واقامت صلوۃ 2۔ صلح وصفائی 3۔ قیام عدل 4۔ اطاعت امیر 5۔ حفاظت جان، خاندانی ادارہ، اسلامی ریاست کی اساس ہیں۔

تعلیم وتربیت (اقامت صلوۃ) سے فکری اتقان اور صالحیت کا حصول ممکن ہو گا۔ فروغ صلح سے انسداد فساد فتنہ ہو گا۔ قیام عدل سے جرائم ظلم وزیادتی کا خاتمہ ہو گا۔ اطاعت امیر سے استحکام، نظم وضبط اور حقوق کی صحیح ادائی

---

[1]۔ الاسراء، 31

[2]۔ المائدہ، 32

کا ماحول قائم ہو گا جبکہ حفاظت جان کی اہمیت راسخ ہونے سے انسانی بقاء، حرمت وعزت کا فطری رنگ نمایاں ہو گا۔

عائلی زندگی کی جو بنیادیں رسول اکرم ﷺ نے متعین فرمائی ہیں ان کے ثمرات سے نہ صرف خاندانی ادارہ مستفید ہوتا ہے بلکہ اس کے اثرات پورے معاشرے تک پہنچتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک خوبصورت اور اعلیٰ معاشرے کی تشکیل کے لیے جن جہات وعناصر کو اساس بنایا ہے ان میں عائلی زندگی کا ایک اہم کردار ہے ۔ فرد اور معاشرے کی اصلاح وفلاح کے لیے عائلی زندگی کلیدی اور نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرہ کی تشکیل اور استحکام وترقی کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں جو اصول وضوابط متعین ہیں ان میں خاندانی ادارہ کی مسلمہ اہمیت کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاندانی ادارہ اسلامی ریاست کا ایک اہم تربیتی مرکز ہے جس کے اثرات معاشرے پر اثر انداز ہو کر معاشرہ کی منزل کا تعین کرتے ہیں۔ ایک فرد کی سماجی زندگی کا بنیادی مقصد اپنی عائلی زندگی کو ہی سنوارنا ہوتا ہے جس کا براہ راست اثر معاشرے پر پڑتا ہے۔ اسی طرح عائلی زندگی ربط ملت کی اساس ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے عائلی زندگی کے لیے جن مقاصد کو بنیاد بنایا ہے وہ مقاصد نہ صرف عائلی زندگی بلکہ فلاح معاشرہ کی بھی کلید ہیں۔